فلما اسلما وتله للجبين ونادينه ان
يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا انا كذلك نجزي المحسنين

سلسلہ خطبات غربیہ ۳

خطباتِ عیدین

بتفصیل ذیل

(۱) عمل میں آزادی (بمقام کنگسٹن ہال لنڈن)
(۲) قربانی اور اسکی حقیقت (بمقام مسجد ووکنگ)
(۳) سنّت ابراہیمؑ (بمقام مسجد ووکنگ)

نوٹ - اس میں تیسرا خطبہ حضرت مولوی صدرالدین صاحب کا ہے

از

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ووکنگ انگلینڈ

مطبع یونین سٹیم پریس لاہور میں چھپکر شائع ہوا

کتبہ خاکسار محمد اکبر کاتب عفی عنہ

قیمت فیجلد (۵/) ...... تعداد جلد (۱۰۰۰)

خطبات غربیہ

مصنفہ

جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مسجد ووکنگ لنڈن یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے قیام لنڈن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹ لینڈ کے مختلف مقامات پر خطبوں لیکچروں اور تقریروں کی شکل میں دئے۔ اس کے پڑھنے سے ہر ایک شخص نہ صرف اسلام کی خوبیوں اور اسکے اصولوں سے واقف ہوجاتا ہے بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل سے اسلام کی افضلیت کا قائل ہو جاتا ہے۔ ان خطبوں میں سے چند خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل نام پر ترتیب دیا ہے۔

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۱ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات۔

(۲) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۲ موسوم بہ توحید الٰہی۔ دعا اور تصوف۔

(۳) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۳ موسوم بہ خطبات عیدین۔

(۴) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۴ موسوم بہ دہریوں اور ملحدین کو خطاب۔

(۵) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۵ موسوم بہ اسلام اور دیگر مذاہب۔

(۶) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۶ موسوم بہ حقوق نسواں۔

نوٹ آیندہ انشاءاللہ یہ سلسلہ جاری رہیگا مسلسل خطبات اردو میں شائع ہوتے رہیں گے جو احباب مستقل طور پر انکے خریدار ہونا چاہیں۔ ازراہِ کرم بذریعہ کارڈ مطلع فرمادیں۔ تاکہ جب کبھی اسی سلسلہ میں کوئی نیا خطبہ شائع ہو۔ تو ان کی خدمت میں ارسال کردیا جاوے

المشتہر

مینجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۳

خطبات عیدین

عمل میں آزادی

اور

قرآن کریم کا حکم

ذیل میں خلاصہ اُس خطبہ کا ہے۔ جو عید الفطر ۱۹۱۳ء کے دن کنگسٹن ہال لندن میں پڑھا گیا +

افمن یمشی مکبا علی وجہہ اھدیٰ۔ امن یمشی سویا علی صراط مستقیم قل ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا

مانشکرون - ترجمہ - کیا وہ جو زمین کیطرف سر جھکائے چلتا ہے۔ اس کے برابر ہے۔ جو سر اٹھائے سیدھے راہ پر جا رہا ہے۔ (ا ان لوگوں) کو کہدو کہ تم کو پیدا کر کے کان۔ آنکھ اور دل دیا گیا ہے۔ لیکن تم میں سے بہت تھوڑے ان کی قدر کرتے ہیں +

کیا ہی سادہ اور کیا ہی پر معنی الفاظ ہیں۔ کس تصریح اور وضاحت سے ان میں انسانی زندگی کے فلسفہ کو بیان کیا ہے۔ انسان میں آزادی عمل اور آزادی رائے کی ضرورت کو ایک تمثیلی رنگ میں ثابت کرنے کے لئے عالم حیوانات سے کیا ہی پیارا استدلال کیا ہے۔ ایک طرف تو وہ جاندار ہے۔ جو گردن اٹھائے سیدھا چلتا ہے۔ سامنے دیکھتا ہے اور بطور نتیجہ طبعاً وسیع نظر والا اور آزاد واقع ہوا ہے۔ دوسرا جاندار سر جھکائے ہوئے زمین کی طرف جھکا ہوا چلتا ہے اس کی نظر اپنے قدموں تک محدود ہوتی ہے۔ گو دوسرے کے قابو میں ہے۔ اور اپنے قدموں سے آگے دیکھنے کے لئے دوسرے کا محتاج ہے۔ یعنی ایک تو طبعاً اپنی مرضی کا مالک اپنی خواہش کا پیرو! اور آزاد ہے۔ دوسرا ضرورتاً پابہ قیود دوسرے کا دست نگر ہے۔ انسان اور حیوان میں یہی ایک تفریق ہے۔ اور آیت بالا میں انسان اور حیوان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہی انسان کا امتیازی نشان ہے۔ یہی آزادی اس کا جوہر ہے جس

انسان میں یہ آزادی نہیں۔ اُس نے گویا اپنی انسانیت کا امتیازی نشان کھو دیا وہ حیوانیت کے زیادہ قریب ہے۔ بلکہ ایک رنگ میں حیوان سے بدتر ہے۔ خدا نے اُسے حیوان سے گو ممتاز بنایا۔ لیکن اس نے اپنے خداوند کی ناشکر گذاری کی۔ اور اپنے امتیازی نشان کو پھینک دیا۔ اسی لئے فرمایا۔ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ۔ قلیلاً ما تشکرون۔ یعنی اے انسان تجھ کو میں نے آنکھ۔ کان اور دل دیا درحصل یہی تین اعضاء علوم حاصل کرنے اور ان پر محاکمہ کرنیکے لیئے خدا تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں۔ آنکھ اور کان سے بہت سا علم خارجی دنیا سے انسان حاصل کرتا ہے۔ اور دل اُس پر محاکمہ کرکے انسان کے مختلف اعمال کا باعث ہوجاتا ہے۔ خدا کی کتاب ہمیں اس خدا کے فعل کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ کہ اے انسان خدا نے تجھے آنکھ دی۔ اور حیوان کو بھی آنکھ دی۔ لیکن حیوان کی آنکھ اپنے قدموں سے آگے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ وہ مکباً علیٰ وجہہ ہے۔ اس کا سر نیچے زمین کو جھکا ہوا ہے۔ لیکن تیرا سر اونچا ہے۔ اس لئے تیری آنکھ دور تک دیکھ سکتی ہے۔ حیوان اس ہیئت کذائی سے اپنے راستہ کا بُرا یا بھلا نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن تو دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے حیوان کو راہ راست چلانے کے لئے ضرور ہے۔ کہ اس کا رسہ دوسرے کے ہاتھ ہو لیکن

قدرت نے تیری گردن کی بناوٹ میں اشارہ کر دیا ہے۔ کہ تیرا رسہ تیرے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ لیکن قلیلا ما تشکرون۔ تم میں بہت تھوڑے اپنی اس خلقت کی قدر کرتے ہیں۔ اور اپنی باگ دوسرے کے حوالہ کر کے عملی ناشکر گذاری کرتے ہیں۔ یہ ایک بڑا کفران نعمت ہے۔ اس کا اثر انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی پر نہایت ہی زہریلا ہوتا ہے۔ اس کا اثر نیک ہو یا بد خدائے لایزال کی ہستی پر کچھ بھی نہیں۔ بلکہ انسان ہی اس کے نتائج بھگتتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

ومن یشکر فلنفسہٖ ومن کفر فعلیھا۔

اس کفران نعمت اور ناشکران کا نتیجہ بد و نیک ہر حالت میں انسان ہی پر ہے۔ خداوند کریم حکیم اور علیم خدا ہے۔ دنیاوی بادشاہوں کی مانند وہ زبانی جمع خرچ سے راضی نہیں ہوتا۔ اس کی رضا بھی حکمت اور علم پر مبنی ہے۔ اس نے سننے کو کان دیئے۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ سوچنے کو دل و دماغ دیئے۔ کیا ہی بدبخت ہے۔ وہ انسان جو اپنی طاقتوں کو عدم استعمال سے ضائع کر دیتا ہے۔ پھر وہ اس بات کا محتاج ہو جاتا ہے۔ کہ کسی اور کی آنکھ سے دیکھے۔ کسی اور کے کان سے سنے۔ اور کسی غیر کے دل و دماغ سے سوچے۔

وہ خدا کی حکمت اور علم سے عملاً انکار کرتا ہے۔ جس نے اپنی حکمت کے اقتضاء سے اس کا سر اس کے کندھوں پر سیدھا رکھا۔ اُسے بصیرت دی۔ اور اس کے سامنے ایک وسیع میدان اس کا جولانگاہ بنایا +

مسلمان کے لئے سبق

کیا قرآن کریم کی یہ آیات محض تلاوت کے لئے اُتریں۔ کیا اُنہیں تمہارے لئے کوئی سبق نہیں۔ اگر یہ آیات تمہارے دلوں کو اپیل نہیں کرتیں۔ تو میں ڈرتا ہوں۔ کہ تمہارے ایمان معرض خطر میں ہیں۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ عمل اور رائے میں آزادی انسان کا جوہر اور اُسکا طبعی خاصہ ہے تم نے جب سے اپنی اس آزادی کو کھویا۔ دن بدن زمین کی طرف جھکتے گئے۔ اور آخرالامر اس ذلت کو دیکھا۔ جو آج تمہاری گردن پر سوار ہے۔ عیسائی دنیا کو دیکھو۔ کن کن قیود میں گرفتار تھی۔ پھر کس کس ذلت میں گرفتار رہی گذشتہ صدی کی حالت پر غور کرو۔ کیا تہذیب کی قلت۔ کیا اخلاق جمیلہ کی کمی۔ کیا انسانیت سے گری ہوئی خواہشوں کی پیروی تھی۔ کیا تم ان کے اخلاق کی ان کی تہذیب کی اقتداء کرو گے۔ اپنی رائے اور عقل کو کام میں لاؤ۔ اندھوں کیطرح کسی کی پیروی نہ کرو۔ خدارا سب

قیود کو توڑ دو۔ اس غلامی سے آزاد ہو جاؤ۔ انسانیت یعنے آزادی کا جامہ پہن لو۔ اور عمل اور رائے میں دوسرے کی غلامی کے ذلیل لباس کو اُتار دو۔ پھر اُس وقت تم اِنسان ہوگے ÷

قربانی اور اسکی حقیقت

یہ خطبہ ۱۹۱۴ء کی عید الضحیٰ کو کنگسٹن ہال میں پڑھا گیا ÷

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۚ
وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۝

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ . . . .
وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ فَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَلَہٗ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَھُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ لَکُمْ فِیْھَا خَیْرٌ فَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْھَا

صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا
الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥
لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى
مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ
وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ؕ

ترجمہ۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے نشانوں کی تعظیم کرتا ہے۔ پس تحقیق وہ ایسا کام کرتا ہے جو دلوں کے تقوے سے ہے۔ اور ایک امت کے لئے ہم نے عبادت کا طریقہ مقرر کیا ہے۔ تاکہ وہ پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام پالتو جانوروں پر جو ہم نے ان کو دئے۔ پس تمہارا معبود ایک ہی اللہ تعالیٰ ہے۔ سو اسی کے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری دے۔ وہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کا نام پڑھا جاتا ہے۔ تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ اور صبر کرنے والے ہیں ان تکلیفوں پر جو ان کو پہنچتی ہیں۔ اور نماز کو قایم کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں۔ اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا۔

اور اونٹوں کو ہم نے بنایا تمہارے لئے اللہ تعالےٰ کے نشانات ان میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ پس پڑھو اللہ تعالےٰ کا نام ان پر قطار میں کھڑے کرتے ہوئے۔ جب وہ اپنے پہلو کے بل گر پڑیں۔ تو کھاؤ اس سے اور کھلاؤ اس کو جو

کسی سے سوال نہ کرے ۔ اور اُس کو جو سوال کرے ۔ اسی لئے ہم نے ان کو تمہارا فرمانبردار کردیا۔ تاکہ تم شکرگذار بنو +

اللہ تعالےٰ تک اُن کا گوشت اور اُن کا خون ہرگز نہیں پہنچ سکتا ۔ اللہ تعالےٰ تک تقویٰ ہی پہنچ سکتا ہے۔ اُس کو تم میں سے (جس کا تقوےٰ بڑھا ہوا ہو) اس لئے ان کو تمہارا فرمانبردار بنا دیا ہے ۔ کہ تم بڑائی بیان کرو۔ اس پر کہ تم کو ہدایت دی ۔ اور خوشخبری سنا دے نیکی کرنے والوں کو بیشک اللہ تعالیٰ دور کرتا ہے تکالیف کو، اُن لوگوں سے جو ایمان لاتے ۔ بیشک اللہ تعالےٰ ہر ایک خیانت کرنے والے اور ناشکرے سے محبت نہیں کرتا +

قربانی کی تاریخ

خدا تعالیٰ کی آخری کتاب نے ان آیات میں مسئلہ قربانی پر روشنی ڈالی ہے ۔ اور قربانی کا مسئلہ وہ اہم اور عظیم الشان شعار ہے ۔ کہ جس کا وجود ہر ملک اور ہر قوم میں پایا جاتا ہے ۔ اور جس نے انسان کے ساتھ ساتھ اپنے ارتقا کی منازل طے کی ہیں ۔ انسانی قلوب میں ہمیشہ سے یہ خیال جاگزین رہا ہے ۔ کہ قربانی کے ذریعہ سے بلیات کا اندفاع اور نقصانات سے بچاؤ ہوتا ہے ۔ اور اسی لئے انسان قدیم الایام سے اپنے خدا یا خداؤں کو خوش کرنے کے لئے قربانی کرتا رہا ہے ۔ اور آدم کی اولاد ابتدائے آفرینش سے اس طریقہ پر غیر متزلزل ایمان رکھتی

چلی آتی ہے۔ کہ اعمال بد سے آسمانی حکومت خفا ہوتی ہے۔ اور اس خفگی کو رفع کرنے کا بہترین علاج قربانی ہے +

قربانی کا غلط مفہوم

مگر اس عقیدہ کے مفہوم کو بگاڑ کر قربانی کے غلط معنی لے لیئے گئے اور گمان کیا گیا۔ کہ آسمانی خفگی جو انسانی بداعمالی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جانوروں کے ذبح کرنے سے رفع ہو جاتی ہے۔ یہ بگڑا ہوا طریقہ ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گیا۔ کہ یہوداہ کی ناراضگی دور کرنے کے لیئے سوختنی قربانی کی رسم وضع کی گئی۔ اور خیال کیا جانے لگا۔ کہ آسمان و زمین کا خدا سوختنی قربانی کے خونی دھوئیں سے خوش ہوتا ہے۔ قربانی کے اس غلط مفہوم اور بگڑے ہوئے رواج کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ حقیقی سچائی لوگوں کی نظروں سے اوجھل اور یاد سے فراموش ہو گئی۔ اور آخرش ایک قوم کو نہ صرف شریعت موسوی کی صحیح تعلیم سے روگردانی کر کے احکام الہٰی کو پس پشت ڈالنے کا مجرم بننا پڑا۔ بلکہ ان کی غیر مستحسن مثال دوسری قوموں کے لیئے بھی ٹھوکر کا موجب ہوئی +

قربانی کی جگہ کفارہ

چنانچہ قربانی کی جگہ کفارہ کا مسئلہ اختراع کیا گیا۔ اور گناہ سے نجات پانے معبودوں کو راضی کرنے کے لیئے خون اور گوشت کا توسط

ناگزیر سمجھا گیا۔ واضح رہے کہ ایک زمانہ میں یہ خیال ایسا ہر دل عزیز اور عام پسند ہو گیا تھا۔ کہ ہر گناہ کے لئے ایک خاص جانور کی قربانی مناسب سمجھی جاتی تھی۔ معمولی گناہوں کے لئے تو چھوٹے چھوٹے جانوروں کی بھینٹ کافی خیال کی جاتی تھی لیکن بڑے گناہوں کے عوض جب تک کسی بڑے جانور کا بلیدان نہ کیا جاتا۔ اس وقت دیوتاؤں کے خوش ہونے کی توقع نہ ہوتی تھی۔ آخر اس عقیدہ نے عمل ارتقاء کے ذریعہ ترقی شروع کی۔ اور رفتہ رفتہ نوبت باینجا رسید کہ انسان کی قربانی کو بھی جائز قرار دے دیا گیا۔ کیونکہ کسی فرد واحد کے گناہ صغیر و کبیر کے لئے چھوٹا یا بڑا جانور کافی ہو سکتا تھا۔ لیکن جب کل قوم کو ہی نجات دلانا مقصود ہو۔ تو پھر اشرف المخلوقات وجود سے بڑھ کر اور کوئی جانور زیادہ موزوں نہیں ہو سکتا تھا۔ اس خیال سے قدیم ہندوؤں۔ یونانیوں اور رومیوں نے اپنے ملک و قوم کی نجات کے لئے انسانی قربانی یا نرمیدھ کو رواج دیدیا

موقعہ شناسی

جس وقت انسانی خیالات کی یہ حالت تھی۔ اور کفارہ و انسانی قربانی کا رواج عام پسند اور عالم گیر ہو رہا تھا۔ اس وقت موجودہ مسیحیت کا وجود عدم سے ہستی میں آیا۔ اور جب پولوس صاحب نے ملاحظہ کیا۔ کہ یسوع مسیح کے احکام اور تعلیم بت پرست یورپ کی نظروں میں

قابل تسلیم وقبولیت نہیں ٹھیر سکتی۔ تب اُس نے کفارہ کے عقیدہ سے فایدہ اُٹھانا چاہا۔ اور خیال کیا کہ جو عقیدہ یورپ کو معلوم اور اہالیان یورپ کا جزو مذہب ہے۔ وہی ان پر اثر ڈال سکتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے یورپ کو عیسائی بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اُس نے تعلیم دی۔ کہ

مسیحیت کی تعلیم

چونکہ آدم گنہگار تھا۔ اس لئے گناہ بنی نوع انسان نے ورثہ میں لیا ہے۔ پس آدم کی تمام نسل سے گناہ دور کرنے اور خداوند خدا کی ناراضگی رفع کرنے کے لئے کسی اور بہت بڑی قربانی کی ضرورت تھی۔ اب اس قربانی کے لئے دنیا کا کوئی ایک حیوان تو کیا کل عالم حیوانات بھی غیر موزون ونامناسب تھا۔ کیونکہ گناہ بھی تو کسی فرد واحد یا قوم کا نہ تھا۔ بلکہ کل نسل آدم کی ہلاکت یا حفاظت کا سوال تھا۔ لہذا رحیم وکریم خدا نے نسل آدم سے محبت کا اظہار کیا۔ اور ان کے بچاؤ ونجات کی خاطر اور اپنی خفگی رفع کرنے کے لئے اپنی ذات کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ یعنی اپنے اکلوتے بیٹے کو گناہ کی مزدوری ادا کرنے کے لئے بھیجا۔ اور اس طرح جس قدر عظیم گناہ تھا۔ اسی قدر عظیم الشان قربانی وقوع میں آئی +

جب یہ عقیدہ بُت پرست یورپ کے سامنے رکھا گیا۔ اور پوری احتیاط کے ساتھ ان کے سامنے وہی کچھ پیش کیا گیا۔ جو ان کے عقاید میں پہلے سے موجود تھا۔ تو مغربی دنیا نے جوق در جوق اُس مسیحیت کا حلقہ بگوش ہونا شروع کر دیا اور ایسا کرنا اُن کے لئے کسی طرح دشوار بھی نہ تھا۔ کیونکہ نئے مذہب میں جو کچھ تعلیم دی گئی تھی۔ اُسے وہ پہلے سے مانتے تھے۔ اب صرف بعض اسماء کا تغیر وقوع میں آنا تھا۔ اور بس +

یونانیوں اور رومیوں کے عقاید

قدیم یونان اور روم کے باشندے اس بات کے قایل تھے۔ کہ خداوند خدا قالب انسان میں حلول کر کے انسانی کاروبار میں حصہ لیتا ہے۔ ان کا ایمان تھا کہ قربانی کفارہ کا کام دیتی ہے۔ اور خون و گوشت کے ذریعہ دیوتاؤں کا خوش ہونا اُن کا ہر دل عزیز اور پسندیدہ عقیدہ تھا۔ ان کے دیوتا زحل اور زیوس تھے۔ جو کہ اب پُرانے ہو جانے کے باعث کچھ زیادہ مرغوب طبع اور باعث کشش نہ تھے۔ اور ان کی جگہ کسی نئے دیوتا کی تلاش تھی۔ اس لئے انہوں نے جب یسوع مسیح کا نام سُنا۔ تو زیوس کی بجائے اس نئے دیوتا کے نام کو ترجیح دی۔ اور بہ طیب خاطر زیوس کی جگہ یسوع کو تسلیم کر لیا۔ اور

اور اس طرح اُس مذہب کی بنیاد رکھی گئی۔ جو بلحاظ نام مسیحیت کہلاتا ہے۔ لیکن بلحاظ عقاید ان رومیوں و یونانیوں کا دین ہے۔ جو آج سے ۱۶۰۰ سال قبل یورپ میں آباد تھے۔ اور کفارہ کا عقیدہ اُن کا جزو مذہب تھا:۔

نا تمام تعلیم

جب میں کفارہ کے مسئلہ اور مسیحیت سے اُس کے تعلق اور اس مذہب میں اس کی اہمیت بلکہ بنیادی اصول ہونے پر غور کرتا ہوں تو مجھے بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ کہ افسوس قربانی کی اصل حقیقت سے نا آشنا ہونے کے باعث کس قدر بڑی غلطی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اور کیسی کمزور بنیادوں پر مذہب کی دیوار اُٹھائی گئی ہے +

یوں تو قربانیاں ہر مذہب میں پائی جاتی ہیں۔ ہم مسلمان بھی قربانی کے قایل اور قربانیاں کرتے ہیں۔ اور آج ہمارا قربانیاں کرنے کا دن ہے۔ لیکن یہ کیسا بیہودہ اور قابل نفرت خیال ہے۔ کہ رحیم و کریم خدا صرف خون اور گوشت سے ہی خوش ہوتا ہے۔ مقام حیرت و استعجاب ہے۔ کہ یہ ضدین کیونکر جمع کر لی گئیں۔ خدا رحیم بھی اور پھر خون و گوشت سے خوش بھی ہو۔ پھر لطف یہ ہے۔ کہ اگر کفارہ کے مسئلہ پر دلایل پوچھے جائیں۔ تو کوئی کافی و شافی جواب بھی نہیں دیا

جاتا۔ اور دیا بھی کہاں سے جائے؟ کیونکہ عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں میں نہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نہ قربانی کی اصل حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ حضرت مسیح نے قربانی کی اصل حقیقت کا اظہار کرنا چاہا تھا۔ مگر جو لوگ ان کے گردو پیش تھے ان کی قابلیت ذہنی اس قدر پست تھی۔ کہ وہ باریک رازوں کو سمجھنے کے اہل نہ تھے۔ لہذا حضرت ابن مریم علیہ السلام نے اس مسئلہ کو بھی اور بہت سی باتوں کی طرح روح حق کی آمد پر چھوڑ الہذا اس امر کو خود مسیحی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کو ناتمام چھوڑا تھا۔ اور نقص تعلیم کے پورا کرنے کے لئے روح حق کا وعدہ دلایا تھا۔ جو مسیحی اعتقاد کے بموجب روح القدس کے نام سے موسوم اور کبوتر کی شکل میں مسیح کے شاگردوں پر اتری۔ اور مسیح کی تعلیم کو مکمل کیا۔

سچائی کی روح

لیکن یہ خیال غلط ہے۔ اور محض قیاس سے بڑھ کر کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اور باتیں چھوڑ کر اگر صرف مسئلہ قربانی پر توجہ کی جائے۔ تو جو کچھ حضرت مسیح کی تعلیم مفروضہ مکمل شکل میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس میں یہ مسئلہ جوں کا توں ناتمام چھوڑا گیا ہے

البتہ حضرت مسیح کی پیشین گوئی مندرجہ انجیل یوحنا ایک اور جگہ اپنے پورے جلال سے پوری ہوئی۔ اور آپ کی ناتمام باتوں کو مکمل کیا گیا۔ چنانچہ منجملہ اُسکے مسئلہ قربانی بھی ہے۔ ہاں وہ پیشین گوئی کہاں اور کس وجود میں پوری ہوئی؟ اور وہ سچائی کی روح کہاں نمودار ہوئی؟ اس کا جواب بہت سے خدا ترس مسیحی لوگوں نے دیا۔ اور بہت سے دینگے۔ اور ایک دن خود بخود بول اُٹھیں گے۔ کہ وہ "سچائی کی روح" فاران کی چوٹی پر اُتری۔ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وخلفائہ وسلم کے وجود باجود میں ظاہر ہوئی۔ اس مسیح کی ناتمام تعلیم کو قرآن کی پاک تعلیم نے مکمل کیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ط

حق آ گیا باطل بھاگ گیا۔ تحقیق باطل بھاگنے کے ہی قابل تھا

قرآن اور قربانی

قرآن کریم نے جس طرح دوسرے نامکمل مذہبی مسایل کو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق درجہ تکمیل تک پہنچایا ہے اسی طرح قربانی کے مسئلہ کی اصل کیفیت اور قربانی کی اصل غرض پر بھی کافی روشنی ڈالی ہے۔ اور اس امر کا صاف صاف اظہار کر دیا گیا ہے۔ کہ خون اور گوشت سے اصل قربانی مراد نہیں۔ اور یہی

ان چیزوں سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو صرف دلوں کی پاکیزگی اور تقوٰی ہی پسند ہے۔ چنانچہ خدائے ذوالجلال فرماتے ہیں +

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم

اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ بلکہ وہاں تک تمہارے تقوٰی ہی کی رسائی ہے

اب اس آیت مجید اور مذکورہ بالا آیات میں سے سب سے پہلی آیت میں صراحتاً اللہ تعالیٰ نے قربانی کی اصل غرض بتلا دی ہے۔ بھلا ایک مسلمان جس کے سامنے ایسی مکمل اور مدلل تعلیم ہو۔ کیونکر خون اور گوشت کو ذریعہ نجات سمجھ سکتا ہے۔ اور کیونکر شریعت کے اصل مفہوم کو نظرانداز کرکے دانہ کی بجائے چھلکے سے محبت کر سکتا ہے۔ قرآن پر ایمان لانے والا جانتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ہاں صرف تقوے اور پرہیزگاری کی رسائی ہے۔ اور قربانیوں کے ذریعہ سے مومنوں کو تقوے اور پرہیزگاری کا سبق دیا جاتا ہے۔ اور یہی قرآن کریم کی کامل تعلیم کا منشاء تھا +

تقوٰی کیا ہے

چونکہ آج وقت تھوڑا ہے۔ اس لئے میں تفصیل سے یہ نہیں بتا سکتا۔ مسلم انڈیا کے آیندہ نمبر میں انشاء اللہ اس پر بھی لکھا جائیگا۔

کہ قربانی سے کس طرح تقویٰ وپرہیزگاری حاصل کی جاسکتی ہے۔ میں صرف یہ بتاؤں گا۔ کہ تقویٰ کیا ہے۔ اور اس سے کون سی اغراض ومقاصد وابستہ ہیں؟ یاد رکھو کہ تقویٰ کی انتہائی غرض ذات باری کا قرب اور فنافی اللہ ہو جانا ہے۔ پس جو شخص تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے کا متمنی ہو۔ اُسے لازم ہے کہ منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے اسی کو اپنا نصب العین اور سطح نظر قرار دے +

عالمگیر اصول قربانی

فطرت انسان اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ترقی کی طرف صعود کرے۔ ارتقاء کی خواہش تمام مخلوق کے خمیر میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور ہر چیز ادنےٰ سے اعلےٰ منزل کی طرف بلند ہو رہی ہے اب انسان جو کل مخلوق سے بالاتر ہے۔ وہ کس روحانی بلندی کی طرف ترقی کرے۔ اس سے بلند تر کون ہے؟ وہ ذات احدیت مآب ہے۔ پس یہ ہماری فطرتی خواہش ہے۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کی ذات میں محویت اور اس کا قرب تلاش کریں۔ ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ کہ ادنیٰ اشیاء اعلیٰ پر قربان ہوتی ہیں۔ اور اپنی ہستی مٹا کر اعلیٰ ہستی میں جذب ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح ارتقاء کا ایک عالمگیر اصول پیش کر کے ہمیں سکھاتی ہیں۔ کہ بلند ہونے اور بام ترقی پر پہنچنے کے

لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے

اپنے آپ کو مٹا دیا جائے

میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ آیا مٹی کے ذرات نباتات میں تبدیل ہوتے وقت اپنی ہستی قایم رکھتے ہیں؟ اور کیا گھاس کا ننھا تنا عالم حیوانات میں صعود کرنے کے لئے گائے کے دانتوں سے ذبح ہو کر اس کے پیٹ میں نہیں جاتا؟ پھر اس عمل سے کیا وہ اپنی ہستی نہیں مٹا دیتا؟ اسی طرح جب ایک حیوان کا گوشت ہماری خوراک بن کر ہمارے جسم کا جزو ہو جاتا ہے۔ تو کیا اس حیوان کو انسان بننے کے لئے اپنے اوپر ایک قسم کی موت نہیں وارد کرنی پڑتی؟ بس اسی میں مسئلہ قربانی کے راز مضمر ہیں۔ اور یہی ایک قربانی کا عالمگیر اصول ہے ؛

قرب الٰہی

اب یہ اصول ہمیں بتاتا ہے۔ کہ ادنےٰ کو اعلےٰ بننے کے لئے ایک قربانی کی ضرورت ہے۔ اور نباتات ہوں خواہ حیوانات ہوں۔ ہر ایک کو اعلیٰ مدارج حاصل کرنے کے لئے اپنی ہستی فنا کرنی پڑتی ہے۔ اور جب تک کوئی اس عمل کے نیچے نہ آئے۔ اُسے اپنے سے اعلیٰ ہستی کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ اب اس سے صاف طور پر یہ امر واضح ہو جاتا

ہے۔کہ ہماری قربانی کی علت غائی قرب الٰہی ہونا چاہیئے۔ واضح رہے کہ مختلف قوموں نے اس امر کو مختلف الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ کوئی نروان کہتا ہے۔ کوئی بلیدان نام رکھتا ہے۔ کوئی نذر کے نام سے پکارتا ہے۔ لیکن عربی لفظ قربانی سب سے بڑھ کر جامع اور اصل مفہوم وغرض کا کامل اظہار اپنے اندر رکھتا ہے۔ **قربانی کی انتہائی غرض قرب الٰہی ہے۔** اور قربانی کا مادہ بھی **قرب** ہی ہے۔ جس کے معنی نزدیک پہنچنے کے ہیں۔ پس یہ لفظ ہی اس امر کا اظہار کرتا ہے۔ کہ قربانی سے **رضا و قرب الٰہی حاصل کرنا مقصود ہے**۔

کامل اطاعت

آیات محولہ بالا میں خداوند کریم نے قربانی کے ذریعہ قرب الٰہی کے حصول کا ذکر کرتے ہوئے کامل اطاعت اور فرمانبرداری کا ارشاد کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ... فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ

اس آیت مجید کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اوّل تو قربانیاں کر کے اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کیا جائے۔ اور دویم اس طرح یہ سبق بھی حاصل کیا جائے۔ کہ قربانی کی غرض کامل اطاعت ہے۔ اور جس طرح حیوان انسان کی کامل اطاعت کر کے اپنی ہستی فنا کر دیتے۔ اور انسان کا جزو

بدن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح انسان بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر جھکا وے۔ اور کامل اطاعت کر کے اس کا قرب حاصل کرے۔ اس ارشاد ربانی کی تائید کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مکرر اس مضمون کو دوسری آیت میں ادا کیا ہے۔ اور فرمایا ہے:۔

فاذکروا اسم اللہ ... کذالک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰیکم

پس ذکر کرو اللہ کے نام کا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کو تمہارا مطیع کیا ہے۔ اسی طرح تم بھی اس ذات والاصفات کے مطیع ہو جاؤ۔

دیکھو وہ کامل اطاعت اور اپنی ہستی کے فنا کر دینے سے تمہاری بڑائی کرتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اپنے مولا کی کامل وفاداری کر کے اس کا ذکر کرو۔ پھر یاد رکھو کہ وہ تمہارے گناہ دور کر دے گا اور اپنے فضل سے تمہاری دستگیری کرے گا۔

ہم کس طرح بچ سکتے ہیں؟

کہا جاتا ہے کہ خداوند کے غضب سے بچنے کے لئے خون اور گوشت کا توسط و توسل درکار ہے۔ اور گناہ کے بدنتائج سے محفوظ رہنے کا یہی ایک بڑا ذریعہ ہے۔ لیکن میں کہوں گا کہ میرے نزدیک تو سرے سے یہ خیال ہی نہایت قابل نفرت ہے۔ اور رحمٰن و رحیم خدا کی جو صفات شریعت اسلام میں مذکور ہیں۔ اُن کے منافی بلکہ اسلامی

نقطۂ خیال سے خدائے قدوس و رحیم کی ہتک اور کلمہ کفر ہے۔ یہ عقیدہ صرف جہلا اور اوہام پرست اقوام کے لئے موزون ہو سکتا ہے۔ اور کوئی ذی شعور انسان ہرگز یہ خیال تک بھی نہیں لا سکتا۔ کہ رحیم و کریم خدا خون و گوشت کا بھوکا ہے ✤

ہمارا مشاہدہ ہمیں بتاتا ہے۔ کہ ایک حیوان اپنے تئیں فنا کر کے عزت و نجات حاصل کرتا۔ یعنی ہماری خوراک بن کر ہمارے جسم کا ایک حصہ ہو جاتا۔ اور اس طرح اُن تمام خطرات سے مامون و محفوظ رہتا ہے جو دنیا میں ایک ادنیٰ حیوان کے لئے مقدر ہیں۔ ایک بھیڑ جب قربان ہو کر انسان کا جزوِ بدن ہو جاتی ہے۔ تو وہ بھیڑیے کے خوف سے نجات پاتی۔ اور زیادہ مصون و محفوظ زندگی بسر کرتی ہے۔ پس خطرات سے محفوظ رہنے اور نجات یافتہ ہونے کا ذریعہ اپنی ہستی کو مٹانا اور فنا فی اللہ ہو کر خودی کو قربان کر دینا ہے ✤

فنا فی اللہ سے کیا مراد ہے

عارف بُدھ نے جب نروان کی تعلیم دی تھی۔ تو یقیناً اُن کا منشا اس فنا سے یہی تھا۔ کہ اپنی ہستی کو مٹا کر کسی اور ذات میں داخل ہو جائیں۔ اور اس طرح دُکھ سے نجات پائیں۔ یہی نروان حقیقی قربانی اور فنا فی اللہ ہے ✤

مَیں ابھی کہہ چکا ہوں ۔ کہ عالمِ نباتات کے اراکین قربانی کے عمل سے عالم حیوانات میں داخل ہوتے ۔ اور عالم حیوانات کے ادنیٰ نفوس اس عمل کی بدولت انسانی قالب میں مبدل ہو کر ان خطرات سے مصئون ہو جاتے ہیں ۔ جو ہر ایک عالم اور انفرادی شے کی اپنی ذات سے مخصوص ہیں ۔ بھلا جب ادنیٰ مخلوق کی یہ حالت ہو ۔ تو کیوں انسان بھی اسی طریقہ سے اپنے مخصوص خطرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا ہے اور کیوں وہ ترقی کر کے ایک آسمانی وجود نہیں بن سکتا ہے یقیناً آدم کا بیٹا بھی اسی طریقہ پر عمل پیرا ہو کر ہر قسم کی بدیوں اور خطرات سے مخلصی حاصل کر سکتا ہے ۔ اور بالآخر آسمانی بادشاہت کی اُن حدود میں داخل ہو جاتا ہے ۔ جہاں بدی کے بادشاہ کا لشکر داخلہ کی اجازت حاصل نہیں کر سکتا ۔ یہ وہ مقام ہے ۔ جو بہت ہی بلند و ارفع ہے ۔ اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں ۔ کہ اس کی چھت پر چڑھنے کا ذریعہ صرف ایک معراج قربانیٰ ہے ۔ اور اگر ہم خوش قسمتی سے اس بامِ رفعت پر چڑھ جائیں ۔ تو پھر خدا تعالیٰ کی محبت کے جذبات ہمارے دلوں میں جوش زن ہو کر نورِ عرفان پیدا کر دینگے ۔ اور تاریکی کے سیاہ پردوں کو اُٹھا کر اندھیرے کو اُجالا کر دکھائینگے ۔ جو شخص خدا تعالےٰ کے انعامات سے بہرہ ور ہو کر اس حالت تک پہنچ جائے ۔ وہ خدا کا پیارا اور خدا کا بیٹا

کہلا سکتا ہے۔ اس حالت میں اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اُس کی آنکھ
کی آنکھ اور اس کا پاؤں خدا کا پاؤں ہو جاتا ہے۔ اسی کے متعلق حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تخلقو باخلاق اللہ یعنی تم
اپنے اخلاق وہ بناؤ۔ جو اللہ کے اخلاق ہیں پس وہ جو اپنے اخلاق
کو خدا کے سے اخلاق بناتے۔ اور اپنی خواہشات نفسانی کو رضائے
مولا کے سامنے قربان کر دیتے ہیں۔ وہ مقام فنا فی اللہ میں ہیں۔

قربانی کا انعام

یہ لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا کر کے دوئی کو مٹا
کر ایک میں ایک ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اُن سے وہ خارق عادت
امور سرزد ہوتے ہیں۔ جو خود حضرت باری سبحانہٗ تعالیٰ کے صفات
مخصوصہ ہیں۔ مثلاً جلال و تحمید صرف اسی ذاتِ واحد کے شایان
شان ہیں۔ لیکن جو شخص اپنے نفس کے فربہ بڑے کو رضائے الٰہی
کے مذبح پر قربان کرتا ہے۔ وہ بھی اوصاف مذکورہ سے حصّہ لیتا اور
اپنے ہم جنسوں میں قابل پرستش و ثنا قرار دیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح
جو شخص اپنی ہستی کو مٹا کر تمام ہستیوں کے ہست کرنے والی ذات
میں محو ہو جاتا ہے۔ وہ خدا کے اوصاف سے بہرہ ور ہوتا اور عام
انسانوں کی طاقت و علم سے بالاتر امور کر سکنے کا اہل ہوتا ہے۔ یعنی

وجودوں کو بعض اوقات جہالت اور کم فہمی سے خدا سمجھ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مثالیں ہمارے اس خیال کی مصداق ہیں۔ حضرت مسیح کی نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے صلیب پر مرکر اپنے خون اور گوشت سے بنی نوع انسان کے گناہوں کی مزدوری ادا کی۔ اور اسی طرح حضرت امام حسین کی نسبت ایک محدود طبقہ کا خیال ہے۔ کہ اُن کی شہادت امت خیر الوریٰ کی بخشش کا باعث ہوئی ہے۔ میں یہاں ان خیالات کی صحت یا عدم صحت پر بحث نہیں کروں گا۔ مجھے تو صرف یہ دکھانا مقصود ہے۔ کہ ان پاک نفوس نے خدا کے راستہ میں اپنے تئیں قربان کیا۔ اور خدائی اوصاف سے متصف کیے گئے۔ اور اگر اسلام کی تعلیم صاف اور شرک سے کھلی کھلی بیزار کرنے والی نہ ہوتی۔ یا اگر محمد رسول اللہ کے ساتھ عبدہٗ کا لفظ نہ ہوتا۔ تو یقیناً سرکار عرب کو بھی عرش رب العالمین پر بٹھا دیا جاتا۔ کیونکہ آپ سے بڑھ کر نہ کسی نے قربانی کی اور نہ کرسکتا ہے۔

میں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اول الذکر نے صلیب پر اور موخر الذکر نے صحرائے کربلا میں نفس کی قربانی کا عملی وعظ کیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

مسیح جو پیدائش کی رو سے کوئی عظیم الشان انسان نہ تھے۔ اپنی قربانی
کی وجہ سے ابن اللہ ہو گئے۔ اور یہی حال حضرت امام کا ہوا۔ اسی طرح
بدھ۔ رامچندر اور کرشن اپنے نفس کی قربانیوں کے طفیل یسوع مسیح
کی طرح مخلوق خدا کی آنکھ میں قابل پرستش و عبادت ٹھہرائے گئے +
گو اس میں کلام نہیں کہ ان کی پرستش اُن کے منشاء کے خلاف
ہے۔ اُن کی قربانیوں کا منشاء atonement یعنی کفارہ نہیں
تھا۔ بلکہ اُن کا مدعا تو at-one-ment یعنی قرب الٰہی تھا +

دروازہ کھلا ہے

ان مثالوں سے میری غرض صرف اس امر کی توضیح کرنا ہے کہ الٰہی
افضال کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ اور اب بھی قربانی کرنے والے انعامات
کے وارث ہو سکتے ہیں۔ یسوع مسیح صرف ایک انسان تھے۔ اور وہ
اپنے تئیں ابن آدم ہی کے نام سے پکارتے رہے۔ پس اگر کوئی بات
آدم کے بیٹے پر صادق آتی ہے۔ تو دوسرا بھی اُس کا مصداق ہو سکتا
ہے۔ اور اگر تم بھی مسیح کی طرح اپنی صلیب اُٹھا لو گے۔ اور عجز و انکسار
کے ساتھ اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کر دو گے۔ تو یقیناً ان ہی
انعامات کے مستحق قرار دیئے جاؤ گے جو مسیح پر ہوئے تھے۔ وہ کامل
کا تاج پہن کر خدا کے بیٹے بن گئے۔ اور اس میں کلام نہیں۔ کہ تم بھی

اگر اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنے آرام و آسایش کو قربان کروگے تو وہی کچھ بن جاؤگے +

اللہ بڑا ہے

دیکھو یاد رکھو! اگر ایسے نتائج ناممکنات سے ہوتے۔ تو خدا تعالیٰ قربانیوں کو اپنی رضامندی کا موجب نہ ٹھہراتا۔ اور ہم آج عید قربان پڑھنے کے لئے کنگسٹن ہال میں جمع نہ ہوتے۔ اور نہ ہی اپنے خدا کے نام کو بلند کر سکتے۔ سنو اور بغور سنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں وسیع ہیں اُس کے فضلوں کی کوئی انتہا نہیں۔ ہاں اُس کے جاذب بنو۔ قربانیاں کرو اور اُس کے نام کی عظمت بیان کرو اور یک زبان ہو کر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط

کا ورد کرو

سُنّتِ ابراہیم علیہ السلام

یہ خطبہ حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہے۔ جو اُنہوں نے عیدالضحیٰ کے موقع پر بمقام مسجد ووکنگ پڑھا۔

یہ قربانی کا دن بڑا مبارک دن ہے۔ اور بہت قابلِ یاد ہے۔ کہ اِس ایک فعل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کو بہت بڑی مصیبت سے بچایا۔ قربانی ایک ایسا فعل ہے۔ جو بہت قدیم ہے اور تمام ملکوں میں پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم سے بھی اس کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ فرماتا ہے:۔

واتل علیہم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللہ من المتقین ؕ

حضرت آدم کے دو لڑکے قربانی کرتے ہیں۔ ایک کی قبول ہوئی دوسرے کی رد کی گئی۔ اور اس میں اصل راز قربانی کا بتا دیا۔ یعنی

یہ افعال ان لوگوں کی طرف سے قبولیت کا درجہ حاصل کرتے ہیں۔ جو خشیتہ اللہ اور خوف الٰہی اپنے دل میں لئے ہوئے ہوں +

الغرض یہ فعل قربانی ایک قدیم فعل ہے۔ اور ایران۔ شام۔ چین۔ جاپان۔ امریکہ۔ یونان۔ روما۔ انگلستان اور ہند میں رائج تھا۔ مختلف جانوروں کی قربانی ہوتی تھی۔ لیکن ترقی کرتے کرتے لوگوں نے محبت الٰہی کے نشہ میں سرشار ہو کر خود اپنے تئیں قربان کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ عبادت ہند میں ایران میں امریکہ اور یونان میں روما میں مغربی افریقہ میں بڑے زور شور سے رائج ہو گئی۔ اب بھی چین میں غربی افریقہ میں بادشاہ کی خاطر انسان قربان ہوئے تھے انگلستان کے لوگ جانتے ہیں۔ کہ امریکہ میں کس درجہ تک یہ خطرناک بات پھیل گئی تھی۔ بعض ممالک میں اکلوتے بیٹے قربان کیئے جاتے تھے۔ اور گویا اس فعل سے عملی رنگ میں یہ دکھایا جاتا تھا کہ اس آخری فعل سے ہی عابدین خدائے تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم و کریم ہے۔ جو حقیقی مہربان ہے۔ جو والدین سے بھی بہت بڑھ کر محبت اور الفت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ کب پسند کرتا ہے۔ کہ اپنی مخلوق کو اپنے نام پر اس طرح ذبح کرنے کا حکم دے۔ اس کی اصل غرض تو یہ تھی

کہ انسان اپنے نفس کو ذبح کرے۔ اور باغی خواہشات سے بہیمی صفات
سے بھی زندگی سے نجات حاصل کرے۔ اور یہ خشیۃ اللہ کے مستولے
ہونے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے فرمایا۔ انما یتقبل اللہ من
المتقین۔ متقی انسان جو ہر کام اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت کرتا ہے۔
اور جو یقین رکھتا ہے۔ کہ اس کا ہر ایک فعل و قول خدائے علیم کی نگاہ
میں ہے اور جو اس کی مخلوق کو کسی طرح سے دکھ دینا پسند نہیں کرتا دنیا
کے لئے بڑا با برکت انسان ثابت ہوتا ہے۔ اور جو شخص اپنے نفس
ذبح کرے۔ اس سے کیا فائدہ بعض نے نفس امارہ کو ذبح کرنے کے
لئے سمندر کے ساحل اور پہاڑوں کی کھوہوں اور جھونپڑیوں میں زندگی
بسر کرنا ضروری سمجھا۔ اور بعض نے اپنے تئیں دودھ اور گھی اور دیگر
نعماء اللہ سے محروم رکھا۔ لیکن اس سے نفس امارہ نہیں مرتا۔ ایسے
لوگوں نے نہایت ہی معمولی مقامات پر ٹھوکر کھائی۔ ترغیب کا مقابلہ
نہ کر سکے۔ اور اکثر جذبہ انسانی کا شکار ہو کر فیل ہو گئے۔ مکتی اور نروان
کا دلوانا یہ نہیں۔ اور نہ ہی یہ طریق عملی جامہ پہن سکتے ہیں۔ نہ ہی
اس سے دنیا کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ خدا کے دئے ہوئے قویٰ مفید نہیں
ان پر متقی قلب کی حکومت ہو۔ اور خشیۃ اللہ مستولی ہو تو ان صحیح
اشتی۔ مکتی اور نروان میسر آ سکتے ہیں۔ الغرض یہ دکھ بھری تعلیمات

دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام
کو رویا میں دکھایا۔ کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے اسمٰعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں
تمام ملک میں یہ بات پھیل گئی۔ کہ حضرت ابراہیم اپنے اکلوتے بیٹے
کو قربان کرینگے۔ تمام اقوام میں ان کی بڑی عزت تھی۔ اور آج بھی
شام مصر عرب کی اقوام اور تمام یہودی اور نصاریٰ اور مسلمان اُن
کو انبیاء علیہم السّلام کا باپ اور اقوام کا سردار مانتے ہیں۔ جب
وہ مذبحہ پر پہنچے۔ اور حضرت اسمٰعیل کی گردن پر چھُری رکھنے کو تھے۔ تو
اللہ تعالیٰ نے اُن کے رویا کی تعبیر ان کو سمجھا دی۔ کہ بچّہ کے ذبح کرنے
کے معنے جانور کو ذبحہ کرنا مراد ہوتا ہے۔ انہوں نے اس تعبیر کو بیان فرمایا
اور اس کے عوض میں کبش قربان کیا۔ اور ایک عالم کو اس دُکھ سے
نجات دی۔ تمام اقوام ان کی عزّت تو کرتی ہی تھیں۔ اُنہوں نے تسلیم
کر لیا۔ کہ کسی بزرگ نے اللہ تعالیٰ کے الفاظ کو لفظی طور پر پورا کرنے
میں غلطی کی۔ اور یہ امر اقوام میں رائج ہو گیا۔ آج حضرت ابراہیم کو
اللہ تعالیٰ نے اس کی تفہیم عطا کر دی ہے۔ پس کس قدر خوشی کا دن
ہے۔ اور کس قدر ممنون ہیں ہم اس مقدس انسان کے کہ اُس نے
اس دُکھ سے نجات دی۔ یہ کیسا گندہ خیال ——— ۔ اور افریقہ
کے مردم خور انسانوں کا سماں نظر آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خون کا پیاسا

اور گوشت کا ہڑپ کرنے والا ہو۔ قربان ہو قرآن حمید پر ہماری جان
کہ وہ فرماتا ہے۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوٰے
منکم۔ اللہ تعالیٰ نہ خون پیتا ہے۔ اور نہ گوشت کھاتا ہے۔ وہ تو صرف
تقوے کا خریدار ہے۔ اور تقوے بھی اس لئے کہ یہ افرادی طور پر
اور اجماعی طور پر دنیا کے لئے مفید ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ہمارے
عیسائی بھائی ہمارے مقدس نبی حضرت عیسیٰ کی طرف کفارہ کی تعلیم
منسوب کرکے گویا اس رسول کو اس غلطی میں مبتلا کرتے ہیں۔ جس سے
اُن کو اُن کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نکالا تھا۔ دنیا کا
باپ تو اپنے بیٹے کو ذبح کرنا پسند نہیں کرتا۔ وہ خدائے رحیم و کریم
جس کو نصاریٰ عیسیٰ کا باپ سمجھتے ہیں۔ وہ کب ایسے فعل کو استحسان
کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ یا برداشت کرسکتا ہے۔ اور یہ بات ہی
عجیب ہے۔ کہ ایک انسان کو پھانسی دے کر تمام دُنیا کی
رہائی کر دینا اور اُن کے اندر سے گناہ کا مادہ نکال دینا اور ابدی
نجات کا سارٹیفکیٹ جاری کر دینا۔ عیسائی دنیا ویسی ہی گناہ کی مرتکب
ہوتی ہے۔ جیسے ہندو اور مسلمان اور یہود۔ پھر ایسے کفارہ سے کیا فائدہ
جس سے خدا پر اعتراض اور ہمارے مقدس نبی حضرت عیسیٰ علیہ
السلام پر اعتراض اور ابو الانبیاء حضرت ابراہیم کی تعلیم کی خلاف ورزی

ہو۔ یہ نہایت ہی بعید از عقل بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف
اشارہ فرماتا ہے۔ ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ
حضرت ابراہیم کی مفید تعلیم سے برگشتہ ہونا عقلمندی نہیں ہے۔ ہاں
حضرت عیسیٰ نے سچائی کے لئے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہمدردی بنی
نوع انسان کے لئے یہ دکھ برداشت کیا۔ ان کا یہ ایثار قابل قدر ہے
لیکن ان کو کفارہ بنانا ان کی اپنی تعلیم اور حضرت ابراہیم کی الٰہی تعلیم
کے اور اسلام کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ فرماتے
ہیں۔ متی باب ۱۹۔ درس ۱۶-۱۷۔ "اور دیکھو ایک شخص آیا۔ اور
اس نے مسیح کو کہا۔ کہ اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں
کہ نجات ابدی حاصل کر سکوں۔ اور مسیح نے اسے کہا تو مجھے نیک
کیوں کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں سوائے ایک کے یعنی خدا کے۔ اور
اگر تو زندگی چاہتا ہے۔ تو احکام الٰہی کی پابندی کر"

یہی سچی تعلیم ہے۔ خدا تعالےٰ کے احکام کی پابندی اور اس کا
خوف و تقوےٰ نجات کا موجب ہیں۔ بہیمی اور سبعی عادات اور رذیلہ
عادات اور خواہشات سے نجات حاصل کرنا اپنی خوشی اور غنا کے
لئے اور دوسروں کی خوشی اور امن اور برکت کے لئے ضروری ہے
ہم یہاں مسجد میں بیٹھے ہیں۔ ایک دوسرے کے آرام کے لئے ضروری

ہے۔ کہ ہم خود غرض نہ ہوں۔ تھوڑی سی اپنی خواہش کی قربانی کر دیں
دستر خوان پر ریل کے سفر میں اور ہر جگہ پر ایثار اور قربانی ضروری ہے
خواہشات کی دوری بہت لمبی ہے۔ فقیر سے لے کر بادشاہ تک اس
بندھن سے نجات مطلق حاصل نہیں کرتے۔ شاہی محلات میں ایک
بچہ کو شکار کر لیا جاتا ہے۔ تاکہ حکومت دوسرے کو مل جاوے۔ وہ
لوگ جو یتامیٰ کے سرپرست ہوتے ہیں۔ وہ مال کو خرد برد کرنا چاہتے
ہیں۔ تاجر اور دوسرے لوگ اپنا مال بڑھانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ
افعال نہ ہی خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں۔ اور نہ لوگوں کے
لئے موجب برکات ہیں ٭

قربانی اس عالم کا لابدی حصہ ہے۔ آج ہندوستان نے کتنی
بڑی قربانی کا ثبوت دیا ہے۔ سپاہی پیادے اور سوار رعایا اور حاکم
شہزادے راجے اور نواب تمام اس قربانی اور ایثار کی عملی تصویر بن
رہے ہیں۔ اور یہی تمدن اور معاشرت کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو
توفیق دے۔ کہ ہم قربانی کرتے ہوئے اپنی بڑی خواہشات کی گردن پر
چھری پھیر دیں۔ اور اپنے اندر ایثار کی روح پھونکیں۔ اور ہم اپنے
باپ حضرت ابراہیم کے اس عالمگیر احسان کی یاد میں یہ فعل کرتے
رہیں۔ تا ہم اپنے عیسائی دوستوں کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ کہ وہ

اس پر غور کریں۔ اور یہ پولوس کی تعلیم جو حضرت عیسٰے کے لئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور اللہ تعالٰے کے لئے اور مہذب اقوام کے لیے موجب عار ہے۔ اس کو ترک کر دیں ×

احادیث نبوی کا اقتباس

جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بہت سی چیدہ احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی ترجمہ کر کے ایک چھوٹی سی خوبصورت کتاب کی شکل میں ووکنگ مشن کی طرف سے شایع کیا ہے جو دو آنے قیمت پر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہیں۔ ناظرین کرام سے امید ہے۔ کہ اسے بہت زیادہ تعداد میں خرید کر مفت تقسیم کریں گے۔ والسلام

المشتہر۔ مینیجر اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور